رسائل و مسائل

گناہ اور مغفرت

شیخ الحدیث مولانا عبد المالک صاحب منصورہ

سوال :- اُمید ہے مزاج بخیر ہوں گے اور انشاء اللہ میری معروضات و گذارشات پر غور فرما کر جواب دینے کی پوزیشن میں ہوں گے، محترم ملک غلام علی صاحب کے "جسٹس" کے منصب پر فائز ہونے سے قبل میں عموماً سوالات و اشکالات کے سلسلے میں انہیں زحمت دے لیا کرتا تھا۔

گذشتہ ہفتہ عشرہ کے دوران میں یہاں جدید تعلیم یافتہ افراد کے ایک سنجیدہ حلقے میں ایک بحث چھڑ گئی، سوال زیرِ بحث یہ تھا کہ "گناہگار مسلمان" کیا اپنے گناہوں کی سزا پائیں گے یا نہیں؟ انہیں اگر گناہوں کی سزا ملی تو کیا وہ دوزخ ہی کے کسی حصے میں دی جائے گی یا دوزخ سے جدا کسی مرتبے اور مقام پر؟ کیا دوزخ میں ڈالے جانے والے اہلِ ایمان کے وہاں قیام میں "خلود" ہوگا۔ یا عارضی طور پر وہاں انہیں رکھ کر پھر جنت میں بھیج دیا جائے گا؟

اِس بحث میں دینی علوم سے بہرہ مند اشخاص سے بھی رجوع کیا جاتا رہا لیکن سوال کا جس حد تک جواب ملتا، اُس سے کئی اور سوال پیدا ہو جاتے۔ یوں بحث کا یہ سلسلہ فکر اور احساس مندی کے ساتھ جاری رہا، یعنی اس میں محض ذہنی عیاشی یا مسائل کی گولہ باری مقصود نظر نہیں آتی تھی، پتہ چلتا تھا کہ جواب پانے کے خواہش مند

فی الواقعہ سنجیدگی سے اس سوال کا عقلی جواب چاہتے ہیں۔ آج سعودی تبلیغی مشن کے ایک فاضل ممبر —— جو اہل حدیث مکتبِ فکر سے متعلق ہیں —— خصوصی طور پر بلائے گئے، خیال تھا کہ وہ جس علمی مرتبے کے آدمی ہیں، کافی وشافی جواب فراہم کریں گے لیکن اُن کے خطاب نے خود احادیث نبوی کے بارے میں ذہنوں میں کئی سوالیہ نشان پیدا کر دیئے ہیں۔ آپ سے رجوع کرنے کا فوری سبب ہی یہ بنا ہے کہ اُن صاحب کی پیش کردہ احادیث نے تشکیک کی کچھ ایسی لہریں پیدا کر دی ہیں جن کا بڑھنا اور تیز ہونا خاصا مسئلۂ عقیدہ و ایمان بن سکتا ہے۔

اُن کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ گاروں کو بخش نہیں دے گا وہ گویا تعلیماتِ اسلام کی توہین کر رہا ہے، انہوں نے بعض ایسی احادیث پیش کیں جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات اپنا ہاتھ دراز کر دیتا ہے کہ دن بھر شرک کے علاوہ جملہ گناہ کرنے والے اشخاص مغفرت طلب کریں اسی طرح ہر صبح اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات بھر گناہ و عصیاں کا ارتکاب کرنے والے اس کے نیچے پناہ گزیں ہو جائیں اور وہ انہیں بخش دے۔ اُنہوں نے وہ حدیث بھی سُنائی جس میں محض ایک کُتّے کو پانی پلا دینے والی عورت کو بخشش کا پروانہ مل گیا اور فقط ایک بلی کو ہلاک کر دینے والی صالحہ و عابدہ کو جہنم میں ڈال دیا گیا۔ اُنہوں نے یہ حدیث بھی پیش کی کہ اگر تم لوگوں نے گناہ نہ کیے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کر کے اور مٹا کر نئی اُمت پیدا کر دے گا اور اُن سے گناہ کرائے گا (الفاظ قابلِ غور ہیں) جب وہ گناہ کریں گے تو اُنہیں کہے گا کہ بخشش مانگو تو پھر اُنہیں مغفرت سے نوازے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مبین میں بندوں سے کیسے رویّے کا مطالبہ کرتا ہے؟ گناہ و نافرمانی یا اطاعت و فرمانبرداری، ظاہر ہے کہ اسلام کا سب سے بڑا اور بنیادی تقاضا ہی یہ ہے کہ تمام انسان خدا اور اس کے رسول کی اطاعت اختیار کریں۔ پھر کتاب و سنّت کی معروف تعلیم یہی ہے کہ خدا کی زمین پر ظلم و عصیاں، فتنہ و فساد، بغاوت اور سرکشی کی روش کا مومن مقابلہ کریں۔ انسانیت

کو گندے اور شیطانی ماحول سے نجات دلانے کے لیے جہاد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں، خدا کی زمین کو اشرار اور شیاطین اور طواغیت کے غلبے سے نکالنے کی جدوجہد کریں۔ ایسے کام کرنے والوں کا اجر کتاب حکیم اور احادیث میں بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ مومنانہ روش کے علی الرغم طرزِ عمل اپنانے والوں کے انجام کی خبر بھی پوری تفصیلات کے سامنے قرآن و حدیث میں آتی ہے۔

میں نے جیسا کہ اُوپر عرض کیا ہے کہ مذکورہ عالمِ دین کے مذکورہ فتوٰی سے حق کا کام کرنے والوں کے لیے جیسی فضا پیدا ہونے کا امکان پیدا ہوسکتا ہے اور گناہوں کے معاملے میں بے باکی عام ہو جانے کا احتمال ہوسکتا ہے، اُسی نے مجبور کیا ہے کہ آپ کو خط لکھ کر متوازن رائے لی جائے، اب آپ سے اختصاراً جن سوالات کے جواب مطلوب ہیں وہ یہ ہیں:۔

۱۔ شرک سے محفوظ لیکن باقی گناہوں میں ملوث مسلمان کیا دوزخ میں جاسکتے ہیں؟

۲۔ کیا دوزخ میں انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈالا جائے گا یا کسی محدود مدت کے لیے؟

۳۔ اعمال اور احساس دونوں میں کوئی تطابق و تعلق ہے یا ایک بُرے اعمال رکھنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی آس لگالے تو یہ اُمید و آس کیا اُس کے اعمال کو دھو ڈالے گی؟

۴۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اطاعت کی اہمیت زیادہ ہے یا گناہ کے سامنے احساسِ ندامت کی؟

۵۔ مذکورہ بالا ایک حدیث اگر صحیح ہے (کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بصورتِ گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں مٹا کر ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے گناہ کرائے گا اور پھر انہیں مغفرت سے نوازے گا) تو پھر شیطان گویا اللہ تعالیٰ کا منشا ہی تو پورا کر رہا ہے، اُسے مطعون کرنا یا خدا کے نافرمانوں میں اصلاح و تعمیر کی کوشش کرنا بے معنی و فضول ہے بلکہ خدا کے منشا کے خلاف ہے (العیاذ باللہ)

۶۔ براہ مہربانی مناسب و متوازن نکتۂ نظر سے ــــــ قرآن و حدیث اور علمائے اُمت کی آراء کے حوالوں کے ساتھ ــــــ آگاہ فرمائیں۔ ممنون ہوں گا اور یہ ہم بہنوں کا بھلا ہوگا۔

۷۔ اس بحث میں شریک تمام لوگ تحریک اسلامی کے متفق نہیں ہیں، لیکن مولانا مودودی کا اِس سلسلے میں جو موقف ہے وہ بھی مکمل آجائے تو تسلی کے لیے کافی ہوگا۔

جواب:۔ آپ کے تمام سوالوں کا دوٹوک اور مختصر جواب قرآن پاک کی درج ذیل آیات میں آجاتا ہے:۔

ا۔ "قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً ۔ انہ ھو الغفور الرحیم ۔ و انیبوا الی ربکم و اسلموا لہ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون ۔

(۳۹) (۵۳، ۵۴)

"(اے نبی) کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفور و رحیم ہے۔ پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مطیع ہو جاؤ اس کے، قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے"۔

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بندگی اور اطاعت کی طرف پلٹ آنے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ آیت میں پیش کردہ اسی اصول کی بنیاد پر کفار و مشرکین کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے۔ کفر اور شرک سے بڑا گناہ اور کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا جب توبہ اور اطاعت کی طرف پلٹ آنے سے کفر و شرک معاف ہو جاتے ہیں تو باقی گناہ بدرجہ اولیٰ توبہ اور انابت سے معاف ہو سکتے ہیں۔

ب۔ آیا توبہ و انابت کے بغیر بھی گناہ معاف ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ تو اس سلسلہ میں سورۃ النساء کی یہ آیت روشنی ڈالتی ہے۔

" ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء
و من یشرک باللہ فقد افتری اثماً عظیماً "

" اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں
وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے - اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو
شریک ٹھہرایا اُس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی
بات کی " (۴ ـــ ۴۸)

اِس آیت میں شرک کی عدم مغفرت اور شرک کے ماسوا گناہوں کی بخشش کو "تحت المشیت" قرار دیا گیا ہے ۔ اس تقابل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس آیت میں زیر بحث مغفرت وہ ہے جو توبہ کے بغیر ہو - اس لیے کہ توبہ کے ساتھ تو شرک کی مغفرت بھی ہو جاتی ہے - لیکن " یغفر مادون ذالک " کے الفاظ کے ساتھ " لمن یشاء " کی قید ہے - یعنی اللہ چاہے گا تو بخشش کرے گا ، نہیں چاہے گا تو بخشش نہیں ہوگی -

قرآن و حدیث سے جو اُصول ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت " اللّ ٹپ " نہیں ہوتی بلکہ کسی اور ضابطے کے تحت ہوتی ہے - لہٰذا آیت سے تو اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ شرک اور کفر کے سوا باقی تمام گناہ قابلِ معافی ہیں - رہی یہ بات کہ کن کے لیے معافی ہے اور کن کے لیے نہیں تو یہ اللہ کی مشیت کے سپرد ہے - لیکن اللہ کی مشیت بغیر کسی استحقاق کے نہیں ہوتی - اس لیے جو لوگ بخشش کے مستحق ہوں گے اللہ تعالیٰ اُن کی بخشش کرے گا اور جو مستحق نہ ہوں گے ، ان کی بخشش نہیں کرے گا -

بخشش کے استحقاق کے لیے جو اُصول اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں اُن میں ایک اُصول توبہ و استغفار کا ہے ، جس سے ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے بشرطیکہ توبہ و استغفار حقیقی ہو اور اللہ تعالیٰ اُسے قبول بھی کر لے - لہٰذا کفر و شرک کے علاوہ بھی جس گناہ سے کسی نے مقبول توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اُس کی بخشش کی مشیت فرما دے گا -

۲ ـــ نیکیوں اور بُرائیوں کا موازنہ کرنے کے بعد نیکیوں کے غلبے کی وجہ سے معافی -

" ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیأً "

(ہم قیامت کے روز انصاف کے ترازو لگا دیں گے اس لیے کسی نفس پر ذرا برابر بھی زیادتی نہیں کی جائے گی) ۔

" فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ "۔

(جس نے ذرہ برابر نیکی کی اُسے وہ دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی اُسے بھی دیکھے گا ۔"

"ووضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یٰویلتنا مالِ ھٰذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا ووجدوا ما عملوا حاضراً ولا یظلم ربک احداً "

(اور کتاب عمل سامنے لاکر رکھ دی جائے گی ۔ پھر یہ منظر آپ کے سامنے آئے گا کہ مجرمین اس کے مندرجات سے کانپ رہے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے ہماری بدبختی' اس کتاب کو کیا ہو گیا ہے کہ اُس نے کسی بھی چھوٹی بڑی چیز کو احاطے کے بغیر نہیں چھوڑا؛ لوگ اپنے اعمال کو حاضر پائیں گے ۔ اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا) ۔

۳ — بعض نیکیاں اس قدر وزنی ہوں اور مقبول ہو جائیں کہ وہ پچھلے باقی گناہوں پر غالب آجائیں اور ان گناہوں سے توبہ کی توفیق کا سبب بن جائیں ۔ اسی بات کو واضح کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدری صحابہ کے بارے میں فرمایا :" لعل اللہ اطلع علیٰ اھل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم" ۔ (تمھیں معلوم نہیں ، اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھ لیا ہے اور فرمایا "تم جو چاہو کرو" میں نے تمھاری مغفرت فرما دی) ۔ اہل بدر کی اس مغفرت کا یہ مطلب نہیں کہ اب ان کو اطاعت سے آزادی مل گئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُن کی اطاعت کا حال اللہ کو معلوم ہو گیا ہے اور وہ امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں ، جو کچھ ان کے بارے میں اُسے معلوم کرنا تھا وہ اُسے معلوم ہو گیا ہے ۔ اس لیے اب وہ اطاعت پر رہیں ، اور اگر بشری کمزوری کی وجہ سے کوئی گناہ اُن سے سرزد ہو گیا تو وہ اپنی تلافی کر لیں گے توبہ و استغفار کے ذریعے ۔

۴ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے متعلق ایک بظاہر معمولی کام کی وجہ سے مغفرت

کی خبر دے دی ہو وہ اپنی جگہ درست ہے اور وہ بظاہر معمولی کام حقیقتہً بہت بڑا کام ہوتا ہے۔ لیکن ہماری نظر میں وہ معمولی ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک ہی کام مختلف افراد کے لحاظ سے معمولی اور غیر معمولی قرار پاتا ہے۔ جس بدکار عورت کو ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے پر بخش دیا گیا اُس کا یہ کام اُس کے اعتبار سے اور اُس کے قلبی جذبات و احساسات اور اخلاص کے لحاظ سے بڑی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بدکار کے لیے ایسا کرنے سے گناہ معاف ہو جائیں گے بلکہ ایسا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی گناہ گار کا ایسا کام اسی عمل کی طرح وزنی ہو جائے جس طرح اس بدکار عورت کا عمل وزنی ہو گیا تھا۔

اس سے یہ چیز واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ جو شخص محض اس بنا پر کہ شرک کے علاوہ باقی گناہوں کی معافی کی گنجائش موجود ہے، اپنے لیے واقعی معافی کے ہم معنی قرار دے کر گناہوں میں منہمک رہے تو وہ شیطان کے دھوکے اور غرورِ نفس کا شکار ہے۔ اُسے جتنی جلد ممکن ہو اپنی اصلاح کر لینا چاہیے۔

اگر کسی کا گناہ معاف نہ ہوا اور اُسے اس کی سزا بھگتنا پڑی تو کفر و شرک کے علاوہ کسی بھی گناہ کی سزا "خلود فی النار" نہیں ہے۔ ایسا شخص اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد اپنے ایمان کی جزا بھی پائے گا۔ اور یہ جزا (سزا بھگتنے کے بعد) دائمی ہوگی۔ اس چیز کو حدیث میں یوں واضح فرمایا گیا ـــــ "یخرج من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من خردل من ایمان" جہنم سے ہر اُس آدمی کو نکال لیا جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔

یہ حدیث کہ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ کسی ایسی اُمت کو پیدا کرے گا جو گناہ کرے"۔ کا مطلب گناہوں کی ترغیب نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان سے گناہ سرزد ہو ہی جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انسانوں کو اُن کے ہر چھوٹے بڑے گناہ پر پوری سزا دینا چاہے تو پھر کسی بھی انسان کا سزا سے بچنا مشکل ہے۔ اور دوسری مخلوق پیدا کرنے کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ "خلافت فی الارض" ایسی مخلوق ہی کو دیتا ہے جس میں نیکی کے ساتھ بدی کی صلاحیت

بھی ہو جیسے کہ فرشتوں نے کہا تھا......

"اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء"۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد آپ کے سوالوں کا بالترتیب جواب یہ ہے :۔

۱۔ شرک سے محفوظ لیکن باقی گناہوں میں ملوث مسلمان اپنے گناہوں کی سزا پانے کے لیے دوزخ میں جائیں گے، بشرطیکہ وفات سے پہلے انہوں نے اپنے گناہوں سے سچی توبہ نہ کر لی ہو، جسے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت مل گئی ہو یا اُن کی نیکیاں اُن کے گناہوں پہ کماً یا کیفاً بھاری اور غالب نہ ہو گئی ہوں۔

۲۔ ہمیشہ جہنم میں رہنا صرف کفر و شرک کی سزا ہے۔ باقی کسی گناہ کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ مومن کو اُس کے گناہ کی سزا تو ملے لیکن ایمان کی جزا سے وہ محروم ہی رہے اور یہ انصاف کے منافی ہے۔ اور "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ" کے بھی منافی ہے۔

۳۔ ایک شخص اللہ کی رحمت اور مغفرت کی آس بغیر کسی سبب کے لگائے رکھے تو یہ اُس کی جہالت ہے۔ اسباب رحمت و مغفرت کو عمل میں لانے کے بعد ہی مغفرت کی آس لگانا معقول ہے۔

۴۔ اہمیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی ہی کو حاصل ہے گناہ سے پہلے بھی اور گناہ کے بعد بھی۔ گناہ سے پہلے اطاعت یہ ہے کہ گناہ سے بچنے کی جدوجہد کرے اور گناہ کے بعد اطاعت یہ ہے کہ اُس سے توبہ کرے، معافی سے مایوسی کا شکار ہو کر گناہ میں گرفتار نہ رہے — گناہ کے بعد توبہ اور انکساری اور آہ و زاری بڑا مقام رکھتی ہے لیکن اس کے حصول کے لیے عمداً گناہ کرنا انتہائی جہالت ہے اور ایسے شخص کے متعلق خطرہ ہے کہ اُسے توبہ کی توفیق ہی نہ ملے۔

جو کچھ لکھا گیا ہے یہی اہل اسلام کا نظریہ ہے سوائے معتزلہ اور خوارج کے، کہ اُن کے نزدیک "گناہ کبیرہ" کی معافی کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ گناہ گار اس سے توبہ کر لے اور توبہ نہ کر سکے تو اُس کی سزا اور کفر کی سزا میں فرق نہیں ہو گا۔ دونوں کی سزا جہنم میں ہمیشہ رہنا ہو گا۔ لیکن یہ نظریہ کتاب و سنّت اور سلفِ صالحین اور عقلِ سلیم سے متصادم ہے۔ اسی طرح آپ نے

سلفی دوست نے جس انداز سے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے وہ انداز بھی درست نہیں ہے اور اس سے سلف صالحین کے مسلک کی صحیح طور سے ترجمانی نہیں ہوتی - امید ہے کہ ان سطور سے آپ کی تشفی ہو جائے گی - (انشاء اللہ تعالیٰ)

ایک اشارہ مزید:

مولانا عبد المالک محترم نے نہایت ہی مدلل اور خوبصورت جوابی تحریر لکھی ہے - ایک سلیم الطبع آدمی کو گناہ اور مغفرت کے بارے میں کوئی الجھن باقی نہیں رہتی - مجھے یہاں محض ایک چھوٹی سی بات اور بیان کرنی ہے - وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنی سلطنتِ کائنات اور رگونا گوں مخلوق کا نظام چلانے کے لیے جا بجا ایسی آیات فرمائی ہیں جن کا اصل مقصد یہ واضح رہے کہ سلطنت کائنات کا دستور کیا ہے - مثلاً لا تبدیل لکلمٰت اللہ - حرمت علی نفسی الظلم یا اذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃً وّلا یستقدمون - تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء - یہی حالت گناہ گاروں کی سزا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی برتر اتھارٹی کو واضح کر دیا کہ یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء - ان آیات کو جب قانون مغفرت کی آیات سے گڈمڈ کر دیا جاتا ہے تو پڑھنے والا الجھ جاتا ہے - ضرورت ہے کہ سلطنتِ الٰہیہ کے دستور کو مرتب کر لیا جائے -

(ن - ص)

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں - قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے -

(ادارہ)